Faith and Discovery
July – December 2025 Vol:3, Issue:2
ISSN(p): 3007-0643
ISSN(e): 3007-0651

تزکیہ نفس: سیرت نبوی سے رہنمائی

Nasir Nazir
MS Islamic Study, Superior University, Lahore
Dr. Neelum Bano
Assistant Professor, Superior University, Lahore

ABSTRACT : Tazkiyah al-Nafs, or the purification of the soul, is a central concept in Islamic spirituality, aiming at the moral and spiritual refinement of the individual. The life of Prophet Muhammad (peace be upon him) serves as the perfect model for achieving this inner purification. His See rah (biography) provides comprehensive guidance on developing sincerity, humility, patience, self-restraint, and consciousness of Allah (taqwa). This study explores how the Prophet's actions, teachings, and character traits offer practical steps for self-purification. By examining key aspects of his life such as his worship, interpersonal conduct, and response to adversity this paper highlights how embodying the Prophetic example can lead to personal spiritual growth and a morally sound society. The See rah is not only a historical account but also a timeless guide for those seeking inner reform and nearness to Allah.

KEYWORDS: Tazkiyah al-Nafs, Spiritual Growth, Taqwa (God-consciousness), Inner Reform, Islamic Ethics, Seerah Studies

اپنے نفس کا پاک ہونا انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اسی لیے ہر فرد پر اس کی اصلاح فرض کی گئی ہے۔ اور اس اصلاح کا اصل منبع اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کی حیثیت اور مقام مزکی اور مربی کا ہے۔ آپ ﷺ کی تمام جدوجہد کی غرض و غایت اور مقصود و منتہا انسانی نفوس کا تزکیہ تھا۔ چونکہ عمل تزکیہ کے لیے رسول اکرم ﷺ کی شخصیت مرجع اور عملی نمونہ قرار دی گی ہے لہذا تزکیہ طلب ہر انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرے اور تعلیمات اسلامیہ کو مشعل راہ بنائے۔ رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے متعلق آیات قرآنیہ کا مطالعہ کرنے سے اس عظیم مقصد کی وضاحت ہوتی ہے جس کی خاطر آپ ﷺ پوری زندگی کے شب و روز اور مہ و سال سرگرم اور مصروف عمل رہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (القرآن، ۶۲: ۲)

وہی ہے جس نے اُمّیوں (اَن پڑھ لوگوں) میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، ان کے نفوس کو پاکیزہ بناتا ہے، اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا حقیقی مقصود نفوس انسانیہ کا تزکیہ ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رسول کی بعثت کی جو دعا فرمائی، قرآن کریم اس کا مقصد انسانی نفوس کا تزکیہ بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کا ذکر یوں کیا ہے:

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (القرآن، ۲: ۱۲۹)

اے ہمارے پروردگار! ان ہی لوگوں میں سے ایک ایسا رسول بھیج جو انہیں تیری آیات سنائے، کتاب و حکمت کی تعلیم دے، اور ان کے نفس کو پاکیزہ بنائے۔ یقیناً تو ہی سب پر غالب، اور بڑی حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی چناچہ آپ ﷺ کی بعثت اور اس کے مقاصد کو یوں بیان فرمایا:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (القرآن، ۲: ۱۵۱)

چنانچہ ہم نے تم میں سے ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تمھیں ہماری آیات سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

رسول اکرم ﷺ کی بعثت کی اصل غرض وغایت تزکیہ ہے۔کتاب و حکمت کی تعلیم وہ ذریعہ اور وسیلہ ہے جس سے تزکیہ کا عمل ہوتا ہے۔

تزکیہ کا مفہوم:

ابن منظور کے نزدیک زکا، یزکو، زکاء سے مراد "المناء الریع"صفوۃ الشیء (صاف ستھرا بنانا اور نشوونما دینا) ہے۔ تزکیہ سے مراد تطہیر نفس ہے۔تزکیھم سے مراد تطہیرھم "زکوۃ" کا مطلب طہرۃ للاموال ہے الزکوٰۃ ما اخرجتہ من مالک لتطھرۃ بہ (منظور,۱۴۰۵ھ, صفحہ ۱۴/۳۵۷)

مفسر قرآن امام فخر الدین رازی نے تزکیہ سے مراد تطہیر کے لئے آتا ہے۔قد افلح من تزکیٰ کی تفسیر فرماتے ہوئے ہیں"تطہیر من دنس الشرک" (الرازی,۱۴۰۵ھ, صفحہ ۳۲/۱۴۷)

احمد مصطفیٰ المراغی "ویزکیھم" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ای و یطھر نفوسھم من الشرک و ضرب المعاصی التی تدسیھا و تفسد الاخلاق و تقوض نظم المجتمع و یعودھا الاعمال الحسنۃ التی تطبع فیھا ملکات الخیر التی ترضیٰ المولی جل و علا (المراغی,۱۹۸۵ء, صفحہ ۱/۲۱۷)

یعنی وہ ان کے نفوس کو شرک اور اخلاق کو بگاڑنے والے اور منظم معاشرے کو منہدم کر دینے والے گناہوں سے پاک کرتا ہے ان کو ایسے اعمال حسنہ کا خوگر بناتا ہے جن سے اللہ کو راضی کرنے والی خیر کی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں۔

سورۃ البقرہ کی ایک آیت کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا "یزکیھم " سے مراد ای یطھر نفوسکم من ادران الرذائل التی کانت فاشیۃ فی العرب من و اد البنات و قتل الا ولا د و تخلصا من النفقۃ و سفک الدماء لا و ھن الاسباب و یغرس فیھا الااخلاق و حمید الاداب (المراغی,۱۹۸۵ء,صفحہ ۱۸)

یعنی وہ تمہارے نفوس کو ان عربوں میں رائج گناہوں، مثلاً بچیوں کو زندہ درگور کرنا، نان و نفقہ کے خوف سے اولاد کو قتل کرنا اور گھٹیا مقاصد کیلئے یہ انسان کو تشدد، نفرت اور سفاکی جیسی آلائشوں سے نکال کر اسے حسنِ اخلاق اور تہذیب و شائستگی کی طرف راغب کرتا ہے۔ "سید مودودی نے تزکیہ کے جامع معنی مراد لیے ہیں۔ ان کے نزدیک تمام افکار و اعمال کی درستگی اور اصلاح کا نام تزکیہ ہے " تزکیہ اور سنوارنے کا عمل انسانی خیالات، عادات، معاشرت، تمدن، سیاست غرض ہر چیز پر محیط ہے۔ (مودودی,۱۹۹۴ء,صفحہ ۱/ ۱۱۲)

امین احسن اصلاحی تزکیہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تزکیہ کے لغوی معنی کسی چیز کو صاف ستھرا بنانا اور پڑوان چڑھانا ہے۔ " اصطلاحی طور پر نفس کی اصلاح سے مراد یہ ہے کہ اسے بُری خواہشات اور غلط میلانات سے ہٹا کر نیکی، تقویٰ اور خدا ترسی کی راہ پر گامزن کیا جائے، تاکہ وہ اعلیٰ درجۂ کمال تک پہنچ سکے۔ (اصلاحی,صفحہ ۳۴)

تزکیہ نفس کی ضرورت و اہمیت:

جو شخص بھی دنیا و آخرت کی فلاح چاہتا ہے اس کے لیے تزکیہ نفس ضروری ہے۔ تزکیہ نفس کے بغیر دنیا کی اچھی زندگی اور آخرت کی کامرانی کا حصول ممکن نہیں ہے۔ تزکیہ کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے امین احسن اصلاح فرماتے ہیں:

پھر یہ حقیقیت بھی قرآن مجید سے ثابت ہے کہ تزکیہ ہر شخص کا فلاح اور نجات آخرت کے لئے ایک ضروری شرط ہے۔ تزکیہ تمام دین و شریعت کی غایت اور تمام انبیاء کی بعثت کا اصلی مقصود

ہے۔ انبیاء کرام کی سرگرمیاں ظاہر میں خواہ کتنے ہی مختلف پہلو رکھتی ہوں لیکن باطن میں ان کا ہدف انسان اور انسانی معاشرے کے تزکیہ کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ (اصلاحی, صفحہ ۱۹-۲۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا گیا تا کہ وہ تزکیہ اختیار کرے اور تباہی سے بچ جائے قرآن مجید نے اس کا تذکرہ یوں بیان فرمایا:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰىفَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى (القرآن، ۷۹: ۱۷-۱۸)

فرعون کے پاس جا، وہ حد سے تجاوز کر چکا ہے، اور اس سے نرمی سے کہہ: کیا تُو چاہتا ہے کہ اپنے نفس کو پاک کر لے۔

نفس کی پاکیزگی کے لیے انسان کو اللہ کے نبی کی طرف رجوع کرنا لازم ہے، اور نبی کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ تزکیہ کے خواہش مند کو کبھی مایوس نہ کرے ایک تزکیہ طلب نابینا کی طرف رسول اکرم ﷺ کی عدم توجہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اتری۔ فرمایا

عَبَسَ وَ تَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰىؕوَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى (القرآن، ۸۰: ۱-۳)

تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہونے آیا ہو اخروی زندگی میں انسان کی فلاح اور نجات کا انحصار سراسر اس بات پر ہے کہ اس نے تزکیہ نفس کیا کہ نہیں در اصل وہاں کامیاب وہی قرار پائے گا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ:

قد افلح من تزکیٰ (القرآن، ۸۷: ۱۴)

اس نے فلاح پائی جس نے تزکیہ کیا

نفس لوامہ: ایک داخلی محتسب:

نفس امارہ کے مد مقابل انسان کے پاس ایک مثبت قوت اور صلاحیت بھی موجود ہے جس کو وہ اپنے دفاع کیلئے استعمال کر سکتا ہے وہ ہے نفس لوامہ جس کی خبر قرآن نے دی ہے: ولا اقسم بالنفس اللوامۃ (القرآن، ۷۵: ۲) اور نہیں میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی، یعنی

ضمیر کی جو انسان کی برائی پر ملامت کرتا ہے۔ انسان متضاد قسم کی صفات کا حامل ہے۔ وہ فرشتہ نہیں ہے۔ فرشتے نورانی مخلوق ہیں۔ان میں عصیان اور شر کا مادہ ہی موجود نہیں ہے۔ الٰہی احکامات سے وہ نہ انحراف کرتے ہیں نہ اس کی صلاحیت رکھتے ہیں " اگر انسان اپنی اصل فطرت اور اعلیٰ مقام کو پہچان لے، تو وہ روحانیت میں فرشتوں سے بھی برتر ہو سکتا ہے۔ انسان دیگر جانوروں کے ساتھ صفت حیوانیت میں اشتراک کے باوجود محض جانور بھی نہیں ہے البتہ اگر وہ اپنے مقام سے گر جائے تو جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

قرآن اس کی گواہی یوں دیتا ہے: یاکلون کما تاکل الانعام (القرآن، ۴۷: ۱۲) وہ ایسے کھاتے ہیں جیسے جانور۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ میں انسانی فطرت اور اس کے اخلاق و اعمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں " یاد رکھو نفس انسانی کی جبلت یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا رہے۔ اس کی یہ عادت اس وقت تک نہیں چھوٹتی جب تک نور ایمان اس پر اس طرح مسلط نہ ہو کہ اس کو مقہور و مغلوب کر دے۔ (ولی,۱۹۸۳ء,صفحہ ۲ /۴۵۸)

تزکیہ نفس: اللہ کا فضل و کرم:

نیکی اور بدی کی اس داخلی کشمکش اور خیر یا شر کی اس خارجی معرکہ آرائی میں "نفس لوامہ" نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لیکن " نفس مطمئنہ کی حالت حاصل کرنے کے لیے انسان کو ہمیشہ ایک مضبوط سہارا اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ سہارا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُه مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ (القرآن، ۲۴: ۲۱)

اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم تم پر نہ ہوتا تو کوئی بھی شخص تم میں سے پاکیزہ نہ رہ پاتا، لیکن اللہ ہی ہے جو جسے چاہے پاکیزگی عطا فرماتا ہے۔

تزکیہ نفس: رسول اللہ ﷺ کی زندگی ایک مثالی نمونہ:

اللہ کا من و کرم ہے کہ اس نے انسان میں برائی اور شر کے مقابلے اور سد باب کے لیے صلاحیت اور استعداد پیدا فرمائی۔ مزید کرم یہ فرمایا کہ اس کی رہنمائی کے لیے انسانی برادری ہی میں سے ایک مثالی نمونہ بھیج دیا انسانی کردار کو جلا بخشنے اور تزکیہ نفس کے لیے یہی موزوں اور مناسب بات تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ حکمت بالغہ کا تقاضا یہ تھا کہ رسول اکرم ﷺ عام مومنوں کے ساتھ ایسی زندگی بسر کرے جس کو ملکیت اور بہیمیت کا امتزاج کہنا چاہیے کیونکہ آپ دوسرے لوگوں کے لیے نمونہ عمل ہے۔ اس لیے جو کچھ بھی آپ ﷺ سے صادر ہو وہ ذوق اور وجدان کی بنا پر ہو صرف قیاس اور تخمین پر مبنی نہ ہو"۔ (ولی, ۱۹۸۳ء, صفحہ ۲/۳۸۱)

حفظ الرحمٰن سیوہاروی تزکیہ نفس کے باب میں فرماتے ہیں " اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفس کی خدمت انبیاء علیھم السلام کے سپرد فرمائی ہے اور ان کی بعثت کا مقصد یہی تزکیہ نفوس ہے اور وہی اس کے مالک اور والی ہیں اور انہیں کے ہاتھ میں دعوت و تعلیم اور بیان و ارشاد کا معاملہ براہ راست سپرد فرمایا ہے اور ان کی یہ تعلیم صرف ذاتی خلق اور الہام پر مبنی نہیں ہے بلکہ وحی الہی کے ذریعے اس کی خدمت پر مامور ہیں اس لیے وہی امتوں کے نفوس کے حقیقی معالج ہیں۔" (سیوہاروی, ۱۹۷۶ء, صفحہ ۴۷۰)

رسول اکرم ﷺ کا ہی یہ مقام و مرتبہ ہے کہ تزکیہ نفس کے لیے ان کے پاکیزہ سیرت و کردار کو رہنما بنایا جائے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں "انما بعثت لا تمم مکارم الا خلاق " (موطا, ۱۹۵۱ء, صفحہ ۹۰۴) میں تو اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔ بہترین نمونہ عمل کے طور پر آپ ﷺ کے مقام کی گواہی قرآن خود دیتا ہے ارشاد الہی ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القرآن، ۶۸: ۴)

"یہ بات واضح ہے کہ آپ اخلاق کے بلند ترین درجے کے حامل ہیں

یہ وجہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی خوئے شفقت ورحمت کی بنا پر سارے انسانوں کا مہور و مرکز بن گے۔ قرآن مجید اس کی گواہی یوں دیتا ہے

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ
(القرآن، ۳: ۱۵۹)

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ

آپ ﷺ کا اخلاق قرآن کریم کا عملی نمونہ تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:

ان خلق رسول الله كان القران (القشیری, ۱۹۸۵ء, صفحه ۱۶۹/۲)

رسول اکرم ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوھاروی فرماتے ہیں:

امراض انسانی کے علاجوں میں تزکیہ نفس سے زیادہ سخت اور مشکل کوئی علاج نہیں ہے۔ پس جس شخص نے اس علاج کو ریاضت مجاہدہ اور گوشہ نشینی کے ان طریقوں سے کرنا شروع کیا جس کا انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات سے کوئی سروکار نہیں ہے وہ اس مریض کی طرح ہے جو اپنا علاج طبیب کی رائے کے بغیر اپنی محض رائے سے کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس نادان کی رائے طبیب کی رائے تک کیسے کھینچ سکتی ہے" (سیوھاروی,۱۹۷۶ء, صفحہ ۲۷۱)

اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ نفس کی مختلف حالتوں کا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا وَ النَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا وَ السَّمَآءِ وَ مَا بَنٰهَاوَ الْاَرْضِ وَ مَا طَحٰهَاوَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَافَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَاقَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا (القرآن، ۹۱: ۱-۱۰)

سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی قسم اور چاند کی قسم جب وہ سورج کی پیروی کرے (یعنی اس کی روشنی سے چمکے) اور دن کی قسم جب وہ سورج کو ظاہر کرے (یعنی اسے روشن دکھائے) اور رات کی قسم جب وہ سورج کو (زمین کی ایک سمت سے) ڈھانپ لے میں قسم کھاتا ہوں آسمان کی، اور اس قوت کی جس نے اسے ایک وسیع کائنات کی صورت میں بنایا، زمین کی قسم،

اور اس قوت کی جو اسے سورج سے اپنی مقررہ حد تک کھینچ لے گئی، اور انسان کی جان کی قسم، اور اس جان کو مکمل توازن اور نفسیاتی درستگی عطا کرنے والے کی قسم، پھر اسی نے اسے اس کی برائی اور نیکی کی پہچان دے دی۔ " بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشو و نما کی یقیناً خسارے میں وہی ہے جس نے اپنے نفس کو گناہوں میں مبتلا کیا اور نیکیوں کو چھپا دیا یہاں اگر مذکورہ آیات مبارکہ میں غور کریں نفس کی پاکیزگی کی اہمیت پر زور دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نفس کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا

اور قسم ہے انسان کے نفس کی، اور اس ذات کی جس نے اسے قائم کیا"

بلکہ آٹھ قسمیں کھانے کے بعد ارشاد فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَاوَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا

ان مذکورہ آیات مبارکہ کے علاوہ کئی مقامات پہ اللہ عزوجل نے تزکیہ کی اہمیت و فضیلت کو بیان فرمایاہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مال و دولت سے بے نیازی، گھر اور اولاد کی پرواہ کے بغیر اللہ تعالیٰ اور محبوب رسول ﷺ سے دل سے محبت کو دیکھ کر، جاہل اور نادان کافروں نے انہیں ناسمجھی کا الزام لگایا، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ (القرآن، ۲: ۱۳)

اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں سنتا ہے وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں

تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کی اہمیت کے پیشِ نظر سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ہر لمحہ و ہر لحظہ تزکیہ نفس کو پیش نظر رکھا بلکہ اس کے باقی احکامِ شریعت پہ فوقیت و اہمیت دی، جیسا کہ ایک

مرتبہ حضور نبی کریم (ﷺ) جہاد سے واپس تشریف لائے تو آپ (ﷺ) نے اپنے صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) سے ارشاد فرمایا:

أَتَيْتُمْ مِّنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ

تم نے چھوٹے میدان سے بڑے میدانِ جہاد کی جانب رخ کیا ہے

صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ)! جہادِ اکبر کیا چیز ہے؟ تو رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

مُجَاهِدَةُ النَّفْسِ (بطال, ۱۴۲۳ھ, صفحہ ۲۱۰/۱۰)

وہ نفس کا مجاہدہ کرنا ہے۔

رسول اللہ (ﷺ) کی توجہ کا مکمل مرکز ہی تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب ہونے کی وجہ سے آپ (ﷺ) وقتاً فوقتاً اپنے غلاموں کی ظاہری و قلبی کیفیت کا نہ صرف ملاحظہ فرماتے بلکہ اس کے بارے دریافت بھی فرماتے جیسا کہ حضرت حارث بن مالک انصاری (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ وہ حضور نبی کریم (ﷺ) کے پاس سے گزرے، تو آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

اے حارث! تونے کیسے صبح کی؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے سچے مومن کی طرح یعنی (حقیقت ایمان کے ساتھ) صبح کی آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اے حارث! غور کرو، دیکھو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "یقیناً ہر چیز کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے، تو پھر تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟

عرض کیا گیا: "یارسول اللہ ﷺ، میرا نفس دنیا سے بے رغبت ہو چکا ہے۔" اور اسی وجہ سے اپنی راتوں میں بیدار اور دن میں (دیدارِ الٰہی کی طلب میں) پیاسا رہتا ہوں اور حالت یہ ہے گویا میں اپنے رب کے عرش کو سامنے دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ مَیں، جنت میں اہل جنت کو ایک دوسرے سے ملتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ مَیں، دوزخ میں دوزخیوں کو تکلیف سے چلاتے دیکھ رہا ہوں"۔ حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

يَا حَارِثُ عَرَفْتَ فَالْزَمْ، ثَلَاثًا (الطبرانی, صفحہ ۳۳۶۷، ۲۶۶/۰۳)

اے حارث! تونے (حقیقت ایمان کو) پہچان لیا، اب (اس سے) چمٹ جا- یہ کلمہ آپ (ﷺ) نے تین مرتبہ فرمایا۔

یہ رسول اللہ (ﷺ) کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) کو سیدی رسول اللہ (ﷺ) کی نگاہِ ناز و رفاقت مبارک سے جو تزکیہ ٔنفس اور تصفیہ ٔقلب نصیب ہوا وہ اس کو متاعِ بے بہا سمجھ کر دنیا کی ہر چیز پہ اس کو فوقیت دیتے اور نہ صرف اس کی حفاظت کرتے اس کے اندر ہر لمحہ اضافہ کی طلب موجزن رہتی ہے، جس کا ذکر روایتِ نبوی میں موجود ہے:

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ایک دن ایک خاص احتسابی کیفیت میں سوچتے سوچتے رونے لگے اور اسی حالت میں سیدنا حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس سے گزرے تو رو رہے تھے تو حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنھم) نے فرمایا: اے حنظلہ تمہیں کیا ہوا؟ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اے ابو بکر! حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی مجلس مبارک میں ہوتے تھے، اور آپ ﷺ ہم سے دوزخ وجنت کے بارے میں گفتگو فرماتے تھے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر جب ہم اپنی حرم اور مال واسباب کی طرف لوٹتے ہیں تو اکثر باتیں بھول جاتے ہیں- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر فرمایا: "اللہ کی قسم! میری حالت بھی ایسی ہی ہے۔ (آؤ) میرے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس چلیں۔ حضرت حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم دونوں حضور رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ مبارک میں حاضر ہو گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام کو دیکھا تو ارشاد فرمایا:

اے میرے حنظلہ تجھے کیا ہوا؟

حضرت حنظلہ عرض کی "یا رسول اللہ (ﷺ)! حنظلہ منافق ہو گیا'

اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ

یارسول اللہ (ﷺ)! جب ہم آپ (ﷺ) کے پاس ہوتے ہیں اور آپ (ﷺ) ہمیں وعظ و نصیحت میں جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں:

ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ ان دونوں کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

اور جب ہم واپس لوٹتے ہیں اور بیویوں اور مال و اسباب کی مشغولیات کی وجہ سے بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، تو وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آقا کریم ﷺ نے میری پوری بات غور سے سنی اور پھر ارشاد فرمایا:

لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلَى الْحَالِ الَّذِيْ تَقُوْمُوْنَ بِهَا مِنْ عِنْدِيْ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ فِيْ مَجَالِسِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ وَعَلَى فُرُشِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً وَسَاعَةً (الترمذی, ۱۳۹۵ھ, صفحہ ۰۴/ ۶۶۶)

اگر تم اسی کیفیت پر قائم رہو، جس کیفیت میں میرے پاس ہوتے ہو، تو فرشتے تمہاری مجلسوں میں، تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ! یہ کیفیت ہر وقت قائم نہیں رہتی، بلکہ وقت وقت کی بات ہے۔

ان روایات مبارکہ سے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کی اہمیت مخفی نہیں رہتی مزید برآں تزکیہ نفس و تصفیہ کی اہمیت سیدی رسول اللہ (ﷺ) کے ان فرامین مبارکہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ (حنبل, ۱۴۲۱ھ, صفحہ ۳۹/ ۳۸۱)

حقیقی مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد کرتا ہے۔

حضرت محمد بن کعب (رضی اللہ عنہ) روایت بیان فرماتے ہیں:

إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَقَّهَهُ فِي الدِّينِ، وَزَهَّدَهُ فِي الدُّنْيَا، وَبَصَّرَهُ عَيْبَهُ فَمَنْ أُوتِيَ هَذَا فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (شیبة, صفحه ۶/ ۲۴۰)

جب اللہ پاک کسی بندے کے بارے میں بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی فہم عطا فرماتا ہے - دنیا میں زہد عطا فرماتا ہے اور اسے اپنے عیوب پہ مطلع فرماتا ہے - پس جس (خوش قسمت) کو یہ چیزیں عطا کی گئی اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا کی گئی۔

انسانی بدن میں دل کو اہم مقام حاصل ہے اس کے تصفیہ پہ پورے بدن کی اصلاح کا دارومدار ہے جیسا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ، صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ، فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (البخاری, ۱۴۲۲ھ, صفحہ ۲۰/۰۱)

سن لو! بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے، اور اگر وہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبر دار! وہ ٹکڑا دل ہے۔

ایک مقام پہ رسول اللہ (ﷺ) نے دل کے تصفیہ کی طرف رہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) حضور نبی کریم (ﷺ) سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللهِ

ہر چیز کی صفائی کے لیے ایک آلہ ہوتا ہے، اور دلوں کو جلا بخشنے والا آلہ ذکرِ الٰہی ہے۔

اس حدیث مبارک کی تشریح میں ملا علی قاریؒ رقم طراز ہیں کہ:

ہر چیز جب زنگ آلود ہو جائے، تو اسے حقیقی یا مجازی طور پر صیقل (چمکانے) کے لیے کسی نہ کسی آلے کی ضرورت پڑتی ہے، تاکہ اس پر چڑھی گرد و غبار اور میل کچیل کو دور کیا جا سکے۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے مطابق، دل بھی ایسی ہی ایک لطیف حقیقت ہے، جو جب غفلت، خواہشات اور گناہوں کی وجہ سے زنگ آلود ہو جائے، تو اس کی صفائی اور تزکیہ کے لیے ایک مخصوص صیقل درکار ہوتا ہے —اور وہ صیقل ہے **ذکرِ الٰہی**۔ بے شک، دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جِلا ملتی ہے، کیونکہ یہی ذکر دل پر چڑھے ہوئے اغیار اور دنیا کی آلائشوں کے غبار کو دھو دیتا ہے۔ جب دل اس ذکر سے روشن ہو جاتا ہے تو وہ **انوارِ الٰہیہ** کے مظاہر کو قبول کرنے کے قابل بن جاتا ہے اور **حق کے مشاہدے کا آئینہ** بن جاتا ہے۔

خلاصہ کلام:

حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ بیٹھ جاتا ہے گویا گناہ کے اثرات سے دل میلے ہوتے ہیں اور گناہوں سے پاک ہونے کا مطلب ہے دل کا پاک ہونا، اسی کو تو صوفیاء طہارتِ باطنی کہتے ہیں اور قرآن اس کو تزکیہ کا نام دیتا ہے- یہ عملِ تصوف (طہارت باطنی) یعنی تزکیۂ نفس اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ اسے انبیاء کرام (علیہم السلام) کے فرائضِ منصبی میں شامل فرمایا ہے اور بعثت محمدی (ﷺ) سے قبل انبیاء کرام (علیہم السلام) کے نزدیک تزکیہ نفس کی قدر و منزلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا

جاسکتا ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) جب بارگاہ صمدیت میں بعثتِ محمدی (ﷺ) کے لئے دعا مانگتے ہیں تو کس انداز سے دعا مانگتے ہیں اور جس علم کے ضمن میں اس کو موضوعِ بحث بنایا جاتا ہے اس کو علمِ تصوف کہتے ہیں اور اسی تصوف کے بارے میں عبد القادر الجیلانی الحسنی و الحسینی (رضی اللہ عنہ) ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَمْ یُسَمِّ اَھْلُ التَّصَوُّفِ اِلَّا لِتَصْفِیَّۃِ بَاطِنِھِمْ (جیلانی)

صوفیا کو ان کے باطن کی صفائی کی وجہ سے اہل تصوف کہا جاتا ہے۔

حضرت سخی سلطان باھو صاحب (قدس اللہ سرّہٗ) ارشاد فرماتے ہیں:

تصوف دل سے ماسوئ اللہ کا زنگ اُتارنے کی راہ ہے (باھو, ۲۰۱۵ء, صفحہ ۲۳)

لیکن یاد رہے کہ یہ علمِ تصوف توحید کا علم ہے جو صرف دوستانِ الٰہی کو نصیب ہوتا ہے وہ شخص احمق ہے جو اہل اللہ فقیروں کو مجنون و دیوانہ سمجھتا ہے اور اُن کے مراتب سے محروم رہتا ہے-دنیا داری میں عقلمند اہلِ ہوا اِن اہل اللہ کو نہیں پہچانتے (باھو, نور الھدیٰ, ۲۰۱۴ء, صفحہ ۲۱۵)

مزید ارشاد فرمایا: ”علمِ تصوف سے عارف رحمتِ الٰہی کی پناہ میں رہتا ہے جو کوئی علمِ تصوف پڑھنے سے منع کرتا ہے وہ زندیق ہے۔

کتابیات

ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، نشر ادب الحوزہ قم ایران ۱۴۰۵ھ
فخر الدین، محمد بن عمر، الرزای، التفسیر الکبیر، مکتبہ الاعلام الاسلامیہ، ایران
احمد مصطفیٰ المراغی، تفسیر المراغی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۵ء
مودودی، ابوالاعلی سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القران، لاہور، ۱۹۹۴ء
امین احسن اصلاحی، تزکیہ نفس، ملک سنٹر تاجران فیصل آباد
شاہ ولی اللہ، قطب الدین احمد، حجۃ اللہ البالغہ، قومی کتب خانہ لاہور، ۱۹۸۳ء

مولانا، حفظ الرحمٰن سیوھاروی، اخلاق و فلسفہ اخلاق، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور، ۱۹۷۶ء
الامام، مالک بن انس، موطا، باب حسن الخلق، دار احیاء کتب العربیہ، ۱۹۵۱ء
القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح مسلم، دار الفکر بیروت ۱۹۸۵ء
ابن بطال، علي بن خلف بن عبد الملک شرح صحیح البخاری لابن بطال،، بَاب مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ، السعودية، الرياض، مكتبة الرشد، الطبعة: الثانية، ١٤٢٣ھ
الطبرانی، سلیمان بن أحمدؒ، المعجم الكبير، باب: الحارث بن مالك الأنصاري رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم الحدیث: ۳۳۶۷، مكتبة ابن تيمية – القاهرة الطبعة: الثانية
الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، ایڈیشن دوم،، أ، ابواب صفة القيامة، رقم الحدیث: ۲۵۱۴
الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر ۱۳۹۵ھ
احمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل،، باب: مُسْنَدُ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم الحدیث: ۲۳۹۵۸، بیروت، مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۱ھ
ابن أبي شيبة، أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان، الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار، كِتَابُ الْفَرَائِضِ، رقم الحدیث: ۳۱۰۴۹، الناشر: مكتبة الرشد، الرياض
البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ایڈیشن اولی، کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۵۲، دار: طوق النجاة۔ ۱۴۲۲ھ
شیخ، عبد القادر جیلانی، سر الاسرار، فی مایحتاج الیہ الابرار، اردو بازار، لاہور
سلطان العارفین، باھوؒ، عقل بیدار، ایڈیشن ششم، لاہور، العارفین پبلیکیشنز ۲۰۱۵ء
سلطان العارفین، باھوؒ، نور الھدیٰ، ایڈیشن ہفتم، لاہور، العارفین پبلیکیشنز ۲۰۱۴ء